سولھواں پارہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

سولھویں پارہ کی ابتدائی آیات میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کا بقیہ ذکر کیا گیا ہے، اس کے بعد ذوالقرنین کا قصہ مذکور ہے، ذوالقرنین کی شخصیت میں مفسرین کا اختلاف ہے، بہت سے حضرات سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیتے ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ سکندر کو ذوالقرنین قرار دینا مشکل ہے کیونکہ یہ شخص ایمان اور خوفِ خدا سے خالی تھا جبکہ قرآن نے جس شخص کا ذکر کی ہے وہ صرف وسائل واسباب رکھنے والا بادشاہ ہی نہیں تھا بلکہ اس کے اندر ایمانی صفات بھی پائی جاتی تھیں اور اس نے ظالم وجابر بادشاہوں کے برخلاف اللہ کے دیئے ہوئے وسائل کو صرف انسانیت کی خدمت اور قیام عدل کے لئے استعمال کیا۔ بعض حضرات نے سکندر کے علاوہ دوسرے کئی بادشاہوں کو قرآن کا ذوالقرنین قرار دینے کی کوشش کی ہے لیکن اگر کسی شخصیت کا تعین نہ بھی ہوسکے تو بھی اس مقام کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، کیونکہ قرآن کا مقصود تاریخی تفصیلات، جزئیات اور شخصیات کا ذکر کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود قصہ سے پیدا ہونے والی عبرت اور نصیحت کو اپنے قارئین کی طرف منتقل کرنا ہے۔ قرآن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ نے مادی قوت بھی عطا کی تھی اور روحانی اور ایمانی طاقت بھی اسے حاصل تھی، اس کی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع تھا، وہ ایک طرف مشرق کے آخری کنارے اور دوسری طرف مغرب کے انتہائی سرے تک پہنچ گیا تھا، اپنی فتوحات کے زمانے میں اس کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو پہاڑوں کے درمیان آباد تھی اور ہمیشہ ایک وحشی قوم کے حملوں کا نشانہ بنتی تھی جسے قرآن نے یاجوج ماجوج کا نام دیا ہے، اس مظلوم قوم کی درخواست پر ذوالقرنین نے ایک ایسی مضبوط دیوار تعمیر کردی جس کی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کی یورش اور حملوں سے محفوظ ہوگئے۔ یہ دیوار قربِ قیامت میں ریزہ ریزہ ہوجائے گی اور یاجوج ماجوج

پوری دنیا میں پھیل جائیں گے، ذوالقرنین مادی وسائل کی بہتات کے باوجود اللہ پر ایمان رکھتا تھا جبکہ مادیت پرست افراد اور بادشاہ ظاہری اسباب ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اس وقت مادیت کی بندگی میں پیش پیش ہونے کا سہرا مغربی تہذیب کے سر بندھتا ہے اور اس تہذیب کا جو سب سے بڑا نمایندہ ظاہر ہوگا اسے زبان نبوت میں دجال کہا گیا ہے اور لگتا یہ ہے کہ اس کے ظہور میں اب زیادہ دیر نہیں ہوگی کیونکہ ایمان اور مادیت کے درمیان آخری معرکہ برپا ہونے میں اب تھوڑا وقت ہی باقی رہ گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو دجالی تہذیب اور دجال کے ظہور کے وقت اپنے ایمان بچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سورۂ کہف کے اختتام پر گویا ان لوگوں کو حکم دیا گیا ہے جو صرف مادیت اور ظاہری وسائل ہی کو سب کچھ نہیں سمجھتے کہ ''پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے، چاہیے کہ اچھے کام انجام دے اور اپنے پروردگار کی بندگی میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرے۔'' (آیت ۱۱۰)

سورۂ مریم

سورۂ مریم مکی ہے اس میں ۹۸ آیات اور ۶ رکوع ہیں، دوسری مکی سورتوں کی طرح سورۂ مریم میں بھی اللہ کے وجود، توحید اور بعث و جزاء سے بحث کی گئی ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے قصص ذکر فرمائے ہیں، سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے جو بوڑھے ہو چکے تھے، ہڈیاں کمزور پڑ گئی تھیں، بال سفید ہو گئے تھے، اہلیہ بوڑھی بھی تھیں اور بانجھ بھی، حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ سال اور اہلیہ کی عمر ۹۸ سال ہو گئی تھی۔ بظاہر اب اولاد ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا لیکن پھر بھی اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا دیئے اور بیٹا مانگنے سے پہلے بارگاہِ رب العالمین میں تین امور عرض کئے، پہلا یہ کہ میں بہت کمزور ہوں، دوسرا یہ کہ میں مایوس نہیں ہوں کیونکہ آپ نے کبھی بھی میری دعاء رد نہیں فرمائی اور تیسرا یہ کہ اس دعا سے میرا مقصد دین کی منفعت ہے، اس کے بعد صراحۃً اپنی دینی خلافت کے لئے اللہ سے بیٹا مانگا لیکن ساتھ ہی یہ درخواست بھی کہ ایسا بیٹا عطا فرمانا جس سے تو بھی خوش ہو اور تیرے

بندے بھی خوش ہوں، اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں انتہائی صالح اور عابد وزاہد بیٹا عطا فرمایا جسے نبوت سے بھی سرفراز فرما دیا۔ (آیت ۱-۱۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ:

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ بیان کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ عجیب قصہ بیان کیا گیا ہے اور یہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی ولادت کا قصہ ہے، بے شک حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت عجیب طریقے سے ہوئی تھی کیونکہ ان کے والدین توالد وتناسل کی عمر سے گزر چکے تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی اور ان کی والدہ باکرہ تھیں۔ یہاں سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بتایا ہے کہ یہ عجیب وغریب واقعہ کیسے پیش آیا، کیسے حضرت مریم اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر عبادت کے لئے بیت المقدس کے مشرقی گوشے میں چلی گئیں، کیسے جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے۔ انہوں نے گریبان میں پھونکا اور انہیں حمل ٹھہر گیا، کیسے ان پر حزن وملال کی شدید کیفیت طاری ہوئی، ولادت کے بعد بچے کو اٹھائے ہوئے جب قوم کے پاس آئیں تو یہودیوں کی زبانیں کھل گئیں اور وہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے، حضرت مریم نے اللہ کے حکم سے بیٹے کی طرف اشارہ کیا تو ماں کی گود میں لیٹا ہوا بیٹا بولنے لگا اور اس کی زبان سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا وہ یہ تھا ''انی عبداللہ'' یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں، دنیائے رنگ وبو میں قدم رکھنے کے بعد زندگی کے اس موڑ پر جب کہ ابھی آپ بولنے کی عمر تک نہیں پہنچے تھے، معجزانہ انداز میں اپنی والدہ کی پاکدامنی بتانے کے لئے بولے بھی تو آپ کی زبان سے پہلا کلمہ ہی ایسا نکلا جو آپ کے بارے میں غالی قسم کے عیسائیوں کی کھڑی کی گئی شرکیہ عمارت کو دھڑام سے گرانے کے لئے کافی ہے۔ آپ نے اپنے اسی اعجازی خطاب میں فرمایا کہ مجھے رب تعالیٰ نے چھ اعزازات سے سرفراز فرمایا ہے۔ پہلا یہ کہ میں بندہ ہوں، نہ رب ہوں نہ رب کا بیٹا ہوں، دوسرا یہ کہ مجھے وحی ونبوت عطا کی گئی ہے، تیسرا یہ کہ اللہ نے مجھے مبارک بنایا ہے، میرا وجود لوگوں کے لئے برکت اور رحمت کا باعث ہے، میں خیر کا معلم

ہوں اورامت کے لئے نافع ہوں، چوتھا یہ کہ مجھے دوسرے انبیاء کی طرح شرعی اموراورعبادات کامکلّف بنایا گیاہے، ان میں سے نماز اورزکوٰۃ کا آپ نے خاص طور پر ذکرفرمایا جوکہ ان دونوں عبادات کی اہمیت اورعظمت کی دلیل ہے، پانچواں یہ کہ میں اپنی والدہ کا فرمانبردار اورعزیزواقارب کا خدمت گار ہوں، میری طبعیت میں تواضع ہے، کبروغرورنہیں ہے، چھٹا یہ کہ مجھے دنیااورآخرت میں امن اورسلامتی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔(آیت ۱۶-۳۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی شان لی ہوئی ولادت یہودونصاریٰ کے درمیان اختلاف کاباعث بن گئی، عیسائیوں نے انہیں ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) قراردیا تو یہودیوں نے (معاذاللہ) ابن زنا کہنے میں کوئی شرم محسوس نہ کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اوران کے بارے میں اہل کتاب کا اختلاف بیان کرنے کے بعدسورۂ مریم منتقل ہوجاتی ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کی طرف جوکہ مشرک باپ کے ساتھ پیش آیا، تاکہ عقیدۂ شرک میں جوجھوٹ، کبروغرور، جہل وعناداورضلالت وحماقت پائی جاتی ہے اس کی ایک جھلک دکھائی جائے یونہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاق واوصاف خاص طورپران کاحلم اوربردباری، حکمت اوردردمندی بھی نمایاں کرنا مقصودہے تاکہ داعیانِ حق کے سامنے ایک حقیقی داعی کا سراپا آجائے جسے وہ اپنے لئے نمونہ بناسکیں، اسی طرح اس قصہ سے یہ سبق ملتاہے کہ حق کی دعوت اورحق پر استقامت کی وجہ سے حضرتِ خلیل علیہ پر کیسے بارانِ رحمت نازل ہوئی، ان کی نسل میں ایک بڑی امت پیداہوئی، ان کی اولاد میں انبیاء صلحاء اور بالخصوص حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پیداہوئے اور یہ بات بڑی عجیب ہے کہ دنیا کی ہرقوم اورہرملت ان کی طرف اپنی نسبت کرنے میں فخرمحسوس کرتی ہے، سورۂ مریم بتاتی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شعور کی آنکھیں کھولیں تواپنے والدکوبت پرستی میں مبتلا پایا، جب آپ کونبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے دعوتِ توحیدواصلاح کا آغاز اپنے گھرہی سے

کیا اور اپنے والد کو نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی، باوجود باپ کے مشرک ہونے کے آپ نے اپنی گفتگو میں ادب کا پہلو ملحوظ رکھا لیکن آپ کا والد آزر دھمکیوں پر اتر آیا اور کہنے لگا" اگر تم (بتوں کو برا بھلا کہنے سے) باز نہ آئے تو میں سنگسار کروں گا اور تم مجھے ایک طویل زمانے تک چھوڑ دو۔" (آیت ۴۶) جب مسلسل دعوت کے باوجود نہ آزر راہِ راست پر آیا اور نہ ہی قوم کی سمجھ میں آپ کی دعوت آئی تو آپ محض اللہ کی رضا کی خاطر عراق سے شام ہجرت فرما گئے، اللہ کے لئے قوم اور خاندان کو چھوڑنے کا صلہ اللہ نے یہ دیا کہ حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی صورت میں ان سے کہیں بہتر بیٹے اور مونس وغم خوار عطا فرمادیئے۔ (آیت ۴۱-۵۰)

اس کے بعد سورۂ مریم حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت اسمٰعیل اور حضرت ادریس علیہم السلام کا تذکرہ کرتی ہے (آیت ۵۱-۵۸) اور بتاتی ہے کہ ان انبیاء کے جانشین ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات اور شہوات کی بندگی کا راستہ اختیار کرلیا، اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ مشرکین بعث وجزاء کا انکار کرتے ہیں، انہیں جہنم کے اردگرد ضرور جمع کیا جائے گا، سورت کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ دلوں میں محبت پیدا کردے گا اور موجودہ مجرموں کو بھی پہلے مجرموں کی طرح ہلاک کردیا جائے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے سامنے اپنی خواہشات کو فنا کردیتے ہیں اور خالص اسی کے ہوکر رہ جاتے ہیں، ان کی محبت انسانوں کے قلوب میں پیدا کردی جاتی ہے، جو کہ حقیقت میں نتیجہ ہوتی ہے خود باری تعالیٰ کی محبت کا جیسا کہ صحیحین اور مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:" اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے جو جبرئیل علیہ السلام کو بلاکر اطلاع دیتا ہے کہ میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو، جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتا ہے، پھر آسمانوں میں اعلان کردیتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین

والوں کے دلوں میں بھی اس کی قبولیت اور محبت رکھ دی جاتی ہے اس کے برعکس جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کی اطلاع جبرئیل کو دیتے ہیں، جبرئیل اس سے نفرت کرنے لگتا ہے پھر سارے آسمان والوں کو اس کی اطلاع دیتا ہے چنانچہ وہ سب اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر اس نفرت کا اثر زمین پر بھی ظاہر ہوتا ہے اور زمین والے بھی اس سے نفرت شروع کر دیتے ہیں۔''

سورۂ طٰہٰ

سورہ طٰہٰ مکی ہے، اس میں ۱۳۵ آیات اور رکوع ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۂ طٰہٰ، سورہ مریم کے بعد نازل ہوئی، دونوں سورتوں کے درمیان مضمون کے اعتبار سے بھی واضح مناسبت پائی جاتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو کہ سورۂ مریم میں اجمالی طور پر مذکور تھا وہ سورہ طٰہٰ میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے، اسی طرح سورۂ مریم میں حضرت آدم علیہ السلام کا صرف نام آیا تھا جب کہ یہاں ان کا واقعہ قدرے وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے، اس سورت میں بھی اصولِ دین سے بحث کی گئی طٰہٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہاں اس کے ذریعے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ''ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔'' (آیت ۲) اصل بات یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت اور دعوت دونوں میں بے پناہ مشقت اٹھاتے تھے، راتوں کو نماز میں اتنی طویل قرأت فرماتے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجاتا اور پھر انسانوں تک قرآن کے ابلاغ اور دعوت میں بھی اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے تھے اور جب کوئی اس دعوت پر کان نہ دھرتا تو آپ کو بے پناہ غم ہوتا، اسی لیے رب کریم نے کئی مقامات پر آپ کو تسلی دی ہے، یہاں بھی یہی سمجھایا گیا کہ آپ اپنے آپ کو زیادہ مشقت میں نہ ڈالیں، اس قرآن سے ہر کسی کا دل متاثر نہیں ہوسکتا یہ تو صرف ''اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو (دل میں اللہ کا) خوف رکھتا ہو'' یہ سمجھانے کے بعد اللہ نے اپنی بعض صفات ذکر فرمائی ہیں تا کہ آپ کو قلبی

اطمینان ہو کہ اللہ میرے ساتھ ہے وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھے کسی حال میں بھی تنہا نہیں چھوڑے گا، اس وضاحت کے بعد گویا نمونہ کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ اللہ اپنے مخصوص بندوں کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظام کرتا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں دوسرے انبیاء کے مقابلے میں زیادہ تفصیل اور تکرار کے ساتھ آیا ہے، کیونکہ اس میں عجیب وغریب واقعات اور اشارات ہیں جو انسان کو اللہ کی نعمتوں اور قدرت کے بارے میں غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں، شاید اس تکرار میں ایک حکمت یہ بھی ہو کہ ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی فرعون ہوتا ہے، جس کے مقابلے کے لیے اہلِ ایمان کو مستعد رکھنا ضروری ہے، یہاں سورۂ طٰہٰ میں آیت ۹ سے ۹۸ تک تقریباً مسلسل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے اور اس میں آپ کی زندگی کے بیشتر واقعات آ گئے ہیں لیکن ان میں تقدیم وتاخیر ہے، مثال کے طور پر آپ کے تذکرہ کی ابتداء مدین سے واپسی، آگ دیکھنے، باری تعالیٰ سے شرفِ ہم کلامی اور نبوت ملنے کے واقعہ سے ہو رہی ہے اور ولادت کے بعد صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالنے کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ زمانی ترتیب کے اعتبار سے پہلا واقعہ بعد میں اور دوسرا پہلے پیش آیا تھا، ایسا کرنے کی ایک بڑی وجہ تفنّن ہے، یعنی ایک ہی واقعہ کو قرآن انداز بدل بدل کر بار بار بیان کرتا ہے تاکہ پڑھنے والے اُکتا بھی نہ جائیں اور ان کی نظریں واقعے کی جزئیات تلاش کرنے کے بجائے عبرت اور نصیحت کے حصول پر مرکوز ہیں۔ سورۂ طٰہٰ میں آپ کے جو حالات بیان کیے گئے ہیں، ان حالات کو ذہن نشین کرنے کے لئے چند عنوانات قائم کئے جا سکتے ہیں، یعنی باری تعالیٰ کے ساتھ شرفِ ہم کلامی، دریا میں ڈالا جانا، اللہ کی طرف سے آپ کو اور آپ کو آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم، فرعون کے ساتھ موعظہ حسنہ کے اصول کے تحت مباحثہ، اس کا مقابلہ کے لیے جادوگروں کو جمع کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح، ساحروں کا قبول ایمان، راتوں رات

بنی اسرائیل کا اللہ کے نبی کی قیادت میں مصر سے خروج ، فرعون کا بمع لاؤلشکر تعاقب اور ہلاکت، کریم ورحیم مولیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں بنی اسرائیل کا کفران اور ناشکرا پن، سامری کا بچھڑا بنانا اور اسرائیلیوں کی ضلالت، تورات لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور اپنے بھائی پر غصے کا اظہار۔ ان آیات کے مطالعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رب کریم کے سات خصوصی انعامات سامنے آئے ہیں:

☆ فرعون کے ظلم اور پکڑ سے حفاظت جبکہ وہ اور اس کے کارندے نومولود اسرائیلی بچوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے، ☆ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت کا ڈالا جانا، یہاں تک کہ جو بھی آپ کو دیکھتا تھا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا، ☆ آپ کی تربیت اور پرورش کا خصوصی اہتمام اور نگرانی، ☆ پوری عزت اور احترام کے ساتھ رضاعت کے لیے حقیقی والدہ کی طرف آپ کو لوٹا دینا، ☆ آپ سے ایک قبطی قتل ہو گیا لیکن آپ کو قصاص میں قتل ہونے سے بچا لیا گیا، ☆ مدین سے واپسی پر آپ کو نبوت عطا کر دی گئی، ☆ اللہ نے آپ کو شرفِ ہم کلامی بخشا اور اپنے قرب اور محبت کے لیے آپ کو منتخب فرما لیا۔

اس قصے کے آخر میں قرآنی قصص کے نزول کی حکمت اور قرآن سے اعراض کرنے والوں کو قیامت کے دن جس سزا کا سامنا کرنا پڑے گا اس کا ذکر ہے، پھر اسی کی مناسبت سے آیت ۱۰۲ سے ۱۱۲ تک قیامت کے ہولناک احوال کا بیان ہے ۔ یہ بتانے کے لئے کہ بھول چوک انسان کی فطرت میں داخل ہے، پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کا ذکر کیا گیا ہے پھر ابلیس کے ساتھ ان کا جو معاملہ ہوا تھا اسے بیان کیا گیا ہے۔ (۱۱۵-۱۲۲)

جو لوگ قرآن سے اعراض کرتے ہیں، ان کے لئے وعید ہے کہ ان کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور انہیں قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا ، ایسے معاندین کے حال پر اظہار تعجب کیا گیا ہے جو قرآن کریم جیسا عظیم معجزہ دیکھ لینے کے باوجود عصا اور ناقہ جیسے معجزات دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں ۔ (۱۳۲) آخری آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ

آپ ان معاندین سے ''کہہ دیجیے کہ سب (اعمال کے نتائج) منتظر ہیں پس تم بھی منتظر رہو، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سیدھی راہ پر چلنے والے کون ہیں اور (جنت کی طرف) راہ پانے والے کون ہیں۔(۱۳۵)

☆......☆......☆

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]